جماعتی نظام میں اصولوں کی اہمیت

از

فضیلۃ الشیخ محمد مقیم فیضیؔ رحمہ اللہ

... اور یہی عقل کی عبادت ہے!!

"نبوت کو تسلیم کر لینے کے بعد عقل اپنے ہتھیار ڈال دیتی ہے، اور یہی عقل کی عبادت ہے، جیسے ہر ایک عضو اپنی اپنی جگہ اللہ کی عبادت کرتا ہے، سر کی عبادت جھکنا ہے، بدن کی عبادت قیام ہے، پاوں کی عبادت نیک کام کی طرف چلنا ہے، ہاتھ کی عبادت اچھے کام کرنا ہے، آنکھوں کی عبادت اللہ کی قدرت میں غور کرنا ہے، کان کی عبادت نصیحت کو سننا ہے، دماغ کی عبادت نارسا جگہوں میں اپنے تصرف کو چھوڑنا ہے، اور اللہ کے حکم کو تسلیم کرنا ہے۔ اس کی واضح تر مثال یہ ہے کہ ابلیس نے یہ سمجھ لیا تھا کہ سجدہ کا حکم دینے والا اللہ ہے اس کے باوجود اس نے اپنی عقل کو دخل دیا، اس وجہ سے اللہ کے دربار سے دور ہوا، اور سو ایسے لوگ کبھی ہدایت نہیں پاسکتے جو ایسے موقع پر عقلی قوی کو صرف کرتے ہیں"۔

(حافظ عبد اللہ محدث روپڑی رحمہ اللہ،
فتاوی اہل حدیث روپڑی: ۳/۳۵۳)

صوبائی جمعیت اہلِ حدیث ممبئی

اداریہ

جماعتی نظام میں اصولوں کی اہمیت؟

محمد مقیم فیضی

جماعت اہل حدیث کا دعوی ہے کہ وہ سب سے درست عقیدہ ومنہج والی جماعت ہے۔ اور عقیدہ ومنہج کا اثر یقینا اخلاق وتعامل پر پڑتا ہے جو عام زندگی میں صاف نظر آتا ہے، اسی لئے صحابہ کرام کو دیکھ کر لوگ مسلمان ہوجاتے تھے، اپنے ملکوں کی کنجیاں ان کے حوالے کردیتے تھے، اپنے ملکوں سے ظلم کا خاتمہ کرنے کے لئے انہیں اپنے یہاں آنے کی دعوت دیتے تھے اور تعاون کا وعدہ کرتے تھے اور بالفعل ایسا ہوتا بھی تھا۔ لہٰذا اس دعوے کو نبھانے اور سچ ثابت کرنے کے لئے جماعت اہل حدیث کی ذمہ داری بہت بڑی ہے، اسے یہ ماننا ہوگا کہ اندر کے اخلاص کا اثر باہر ضرور ظاہر ہوتا ہے، ایمانی تربیت اپنی علامتیں اور نشانیاں ضرور چھوڑتی ہے۔ اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ جماعت افراد ہی سے بنتی ہے اور افراد ہی جماعت کے نمائندے اور ترجمان ہوتے ہیں اس لئے افراد کے اخلاق اور تعامل سے ہی جماعتوں کو آنکا اور پرکھا جاتا ہے۔ لہٰذا ہمیں یہ ضرور دیکھنا چاہیے کہ قرآن وسنت کی تعلیمات وہدایات اور مرغوبات و مطلوبات کی روشنی میں ہمارے اخلاق کا عالم کیا ہے؟

حلم واناۃ رسول اللہ ﷺ نے اپنے ایک صحابی سے فرمایا تھا کہ: ''إن فیک خصلتین یحبهما الله : الحلم والأناة'' تمہارے اندر دو خصلتیں ایسی ہیں جو اللہ کو محبوب ہیں: بردباری اور وقار وتمکنت (غور وتامل اور سوجھ بوجھ کے ساتھ کوئی قدم اٹھانا)۔ یہ دونوں خصلتیں جماعتی اور اجتماعی زندگی کے لئے خصوصی طور پر بہت اہم ہیں۔ کیونکہ ناصبری طیش، عدم برداشت، عاجلانہ فیصلے اور عواقب وانجام پر غور کئے بغیر کئے جانے والے اقدامات اکثر شرمندگی کا باعث ہوتے ہیں اور آدمی ان کی وجہ سے خود اپنا وقار اور دوسروں کی عزت بھی داؤں پر لگا دیتا ہے۔ آسانی سے حل ہونے والے مسئلے انتہائی پیچیدہ اور مشکل ہوکر قابو سے باہر ہوجاتے ہیں اور انسان کو پچھتاوے کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آتا ہے۔

اگر فیصلہ کرنے سے پہلے غور کرلیا جائے، استخارہ کرلیا جائے، سنجیدہ افراد اہل علم وفضل اور سوجھ بوجھ رکھنے والوں سے مشورے کرلئے جائیں اور غیر جانبدارانہ طور پر ان کے مشوروں پر غور کرلیا جائے، غصہ پر قابو پالیا جائے، انتقامی جذبات کو سرد کرنے کی کوشش کی جائے تو الحمدللہ اس کے نتائج ہمیشہ اچھے برآمد ہوتے ہیں۔

مصالح ومفاسد اور امکانات کا پیشگی جائزہ لینا :

کوئی بھی قدم اٹھانے سے پہلے اس کے فائدے اور نقصان پر ضرور غور کرلینا چاہیے۔ امر بالمعروف اور نھی عن المنکر کا عمل بھی اس ضابطے سے مستثنیٰ نہیں ہے، اگر اصلاح کے عمل میں بھاری فساد کا اندیشہ ہو اور اصلاح کا حصول بھی حددرجہ مشکوک ہو تو دانشمندی کا تقاضا یہی ہے کہ توقف اور انتظار کیا جائے اور وقت سے پہلے کوئی ہنگامہ یا بلبلہ نہ کھڑا کیا جائے ورنہ نصوص کی دلالت کے ساتھ تجربات بھی بتاتے ہیں کہ انجام اچھا نہیں ہوتا ہے۔ ایک

بات یہ بھی ذہن نشین رہے کہ عوام اور خواص میں فرق ضرور ہونا چاہیے، ورنہ اگر خواص بھی عوام جیسی سوچ کے حامل ہو جائیں اور جذبات کے پیچھے بھاگنے لگیں تو پھر امت کی خیر نہیں ہوتی ہے۔

تواضع کی ضرورت اور کبر سے گریز : ضد، انانیت اور عجب و کبر کسی بھی فرد اور جماعت کے لئے مذموم خصلتیں ہیں اس لئے ان سے گریز میں ہی کامیابی کی ضمانت ہے۔ اور اس ضرورت کو بھی نظر انداز نہیں کرنا چاہیے کہ ہر قوم یا جماعت کو کچھ بڑوں کی ضرورت ہوتی ہے، اور اس ضرورت کی تکمیل کے بغیر اس کی گاڑی کامیابی سے آگے نہیں بڑھ سکتی ہے۔ مگر بڑوں کو اپنی بڑائی کی حفاظت للہ فی اللہ کرنی چاہیے جس کے لئے سب سے اہم ضرورت تواضع کی ہے۔ بڑوں کو چھوٹوں اور ماتحتوں کا اہتمام کرنا چاہیے، ان کے جذبات کی قدر کرنی چاہیے، اگر وہ اصلاح طلب ہوں تو ان کی اصلاح کی فکر ہونی چاہیے۔ ان کی معنویتوں کی تعمیر و ترقی پر خصوصی توجہ صرف ہونی چاہیے۔ مشوروں کی تحقیر اور آراء کی تنقیص سے گریز ہونا چاہیے، اور اگر کوئی رائے نامعقول اور نامناسب ہو تو اسے حکمت سے دفع کرنا بہتر ہے۔ ہاں اس سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ کبھی کبھی وقت سختی کا بھی تقاضا کرتا ہے مگر یہ دائمی وصف نہیں ہونا چاہیے۔ دوسری طرف چھوٹوں کو بھی للہ فی اللہ بڑوں کی بڑائی کو تسلیم کر کے ان کی توقیر کرنی چاہیے اور جماعتی نظم کی بقا کے لئے ان کی ہدایات کو اہمیت دینی چاہیے، عوامی پیمانے پر ان کی کوتاہیوں اور غلطیوں کو اچھالنے اور ان کے متعلق افواہیں پھیلانے سے گریز کو دیانت داری کا تقاضا سمجھنا چاہیے اور مسائل کے حل کے لئے جو پلیٹ فارم مقرر ہیں وہیں انہیں حل کرنا چاہیے، تجربات کی یہ شہادت ہے کہ ان کا موثر اور مفید حل ہمیشہ وہیں دستیاب ہوتا ہے گو اس میں تھوڑی تاخیر ہی کیوں نہ ہو۔

جو اپنے لئے چاہتے ہیں اسی کی گنجائش دوسروں کے لئے بھی رکھیے :

اگر آپ خود کو مخلص سمجھتے ہیں تو ہر حال میں دوسروں کی نیتوں کو موضوع بحث کیوں بنائیں؟ اگر آپ چاہتے ہیں کہ لوگ آپ سے حسن ظن رکھیں، بدگمانیوں کو راہ نہ دیں تو پھر دوسروں سے ہمہ وقت بدگمانی کب قرین انصاف ہوگی؟ ہر شخص اپنے لئے یہی چاہتا ہے کہ لوگ بلا بتائے اس کے تصرفات اور اقدامات میں عذر تلاش کر لیا کریں اور اس کی معذرتوں کو معقول سمجھ کر بلا کسی حیل و حجت اور بحث و تکرار کے قبول کر لیں تو پھر دوسروں کے لئے یہی گنجائش کیوں نہیں باقی رکھی جاتی، دوسرا ہر حال میں محل تہمت والزام کیوں ہوتا ہے؟ اس کے متعلق حسن ظن کیوں جائز نہیں ہوتا ہے؟ اگر آپ کے ساتھ بھلائی کرنے والے محسنین موجود ہیں تو دوسروں کے ساتھ کیوں نہیں ہو سکتے؟ یہ بھی تجربات نے بارہا ثابت کیا ہے کہ اگر آپ نے دوسروں کی عزت کو متاع بازار کیا تو پھر اپنی آبرو کو چوراہوں تک پہنچنے سے آپ روک نہیں سکتے ہیں۔ اگر آپ نے خاص مسائل کو عوامی بنایا تو عوامی جرأت کی کوئی انتہا نہیں ہوتی ہے، بعد میں اگر آپ چاہیں کہ وہ ضابطوں کے پابند رہیں، اخلاقی اقدار کی پاسداری کریں، اپنے حدود کو پہچانیں، سب کی پگڑی نہ اچھالیں کم از کم میری چھوڑ دیں تو حضور یہ آپ کی خام خیالی ہے۔ یہ پبلک ہے، جب منہ زور سیلاب ایک بار باندھ توڑ کر بہہ نکلتا ہے تو پھر اس پر بندش قائم کرنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ غیر تربیت یافتہ ذہنوں کو منفی تبصروں اور حیا کی سرحدوں کو پھلانگ جانے والے الفاظ سے بڑا لطف آتا ہے اور وہ رضا کارانہ اس کی نشر واشاعت کرتے ہیں، ان کے یہاں آبرو اور وقار کی کوئی قیمت نہیں ہوتی ہے۔ وقتی طور

پر وہ آپ کی پیٹھ ضرور تھپتھپاتے ہیں مگر جب الٹی گنتی شروع ہوتی ہے تو پھر وہ آپ کو بھی بخشنے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ اس لئے عوام کی شاباشی کا کبھی اعتبار نہ کیجیے۔

زبان کی حفاظت حکمت کی بڑی علامت ہے : پہلے تولو پھر بولو یہ حکمت زبان اور قلم دونوں کے لئے بہت اہم ہے۔ احادیث مبارکہ میں زبان کی حفاظت پر بڑا زور دیا گیا ہے اور زبان کو بے لگام چھوڑ دینے پر جہنم کی وعید سنائی گئی ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ بسا اوقات سارے کئے کرائے پر یہی زبان ہی پانی پھیر دیتی ہے، ایک لفظ انسان کو ستر خریف جہنم کی گہرائیوں میں لے جاسکتا ہے۔ مگر آج ہماری زبانیں ہر قید و بند سے آزاد ہیں، ان کی کامیابی اسی میں سمجھی جاتی ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ دلوں کو ٹھیس پہنچائیں اور اپنی بگڑی ہوئی انانیت کی تسکین کا وسیلہ بنیں۔ اپنے مخالف کے لئے خواہ وہ کتنا ہی معزز کیوں نہ ہو سارے پست الفاظ روا سمجھے جاتے ہیں، ذہنوں کو اس قدر بگاڑ دیا گیا ہے کہ سوقیانہ زبان اظہار کمال کا ذریعہ سمجھی جانے لگی ہے۔ اسکولوں اور مدرسوں کے بچے بڑے بڑے اہل علم اور زعمائے ملت کے متعلق جو الفاظ استعمال کرتے ہیں وہ تہذیب کے ماتھے پر ایک کلنک کی حیثیت رکھتے ہیں، ایسی زبان اپنے رفقاء اور ہم عمر حریفوں کے لئے بھی ناروا سمجھی جاتی ہے مگر وہ اپنے سے کئی گنا عمر کے افراد بلکہ اپنے اساتذہ اور محسنین کے حق میں بھی برملا استعمال کی جاتی ہے۔ آج مخالف کے لئے منافق، کرپٹ، مجرم، ڈاکو، چور جیسے الفاظ نامزد طور پر بلا تحفظ دوطرفہ استعمال کئے جاتے ہیں، اور ہزار دشمنی کے باوجود وہ نجی معاملات جن کی ستر پوشی کا تاکیدی حکم دیا گیا ہے بالقصد سر بازار اچھالے جاتے ہیں حالانکہ ان کی پردہ دری پر اللہ سے دشمنی کی وعید سنائی گئی ہے اور دردناک عذاب کی دھمکی دی گئی ہے مگر نفس کی آسودگی اور تسکین کے سوا ہمیں کسی اور بات کا خیال نہیں رہتا ہے، جبکہ اپنے دامن کے داغوں کو بری طرح نظر انداز کر دیا جاتا ہے اور جب بات اپنے عیبوں کی آتی ہے تو الفاظ کی بازیگری سے ان پر پردہ ڈالنے کی ہر سعی کی جاتی ہے۔ اس صورت حال سے فساق و فجار کو کھیل کھیلنے کا پورا پورا موقع فراہم ہوجاتا ہے۔ اور یہ بات نہ بھولیں کہ عیب سے خالی ذات فقط اللہ کی ہے۔

مجھے اس موقع پر بئس أخو العشیرہ (اخو العشیرہ برا برا شخص ہے) والی حدیث یاد آرہی ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے تنہائی میں ایک شخص کے متعلق مذکورہ تبصرہ کیا تھا مگر جب وہی شخص سامنے آیا تو آپ نے بڑے تپاک کے ساتھ اس سے ملاقات کی اور خندہ پیشانی اور خوش مزاجی کے ساتھ اس سے گفتگو کرتے رہے۔ جب وہ شخص چلا گیا تو ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! جب آپ نے اس شخص کو دیکھا تھا تو ایسا ایسا فرمایا تھا اور جب وہ آپ کے سامنے آیا تو آپ نے اس تپاک سے اس کے ساتھ ملاقات کی اور ایسی خوش مزاجی کے ساتھ اس سے گفتگو فرمائی؟ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: عائشہ! بتاؤ تم نے کب مجھے فحش گو اور بدزبانی کرنے والا پایا ہے، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک بدترین درجے والا انسان وہ ہوگا جسے لوگ اس کے شر کے خوف سے ترک کردیں۔ (بخاری: ۶۰۳۲)

اس حدیث سے ہمیں یہ درس ملتا ہے کہ نجی مجلسوں اور خصوصی احباب کے سامنے جو تبصرے کئے جاسکتے ہیں، متعلقہ شخص سے روبرو ہونے پر انہیں کو دہرانا خلاف مروت بھی ہوتا ہے اور انسانیت اس وقت کسی اور رویے کا تقاضا کرتی ہے، نیز خصوصی

محفلوں کی باتوں کو عوامی پلیٹ فارموں پر لے جانا دانشمندی کے خلاف ہوتا ہے، اس سے شر پھیلنے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ اور بدزبانی اور فحش گوئی اللہ کے نزدیک سخت مبغوض ہے۔

تحقیق وتثبت کی اہمیت : خبروں کی قبولیت کی اسلام میں واضح ضابطہ بندی کی گئی ہے، افواہوں پر کان دھرنے سے روکا گیا ہے ہر سنی سنائی بات کے آگے بڑھانے والے کو جھوٹا ٹھہرایا گیا ہے، فاسقوں کی طرف سے دی جانے والی خبروں کی تحقیق کی تاکیدی ہدایات دی گئی ہیں، یہ سب باتیں ان ضابطوں کے علاوہ ہیں جو بہتان تراشی، افترا پردازی اور کسی کی آبرو سے کھیلنے اور اسے زبان وقلم کا نشانا بنانے سے متعلق وارد ہیں۔ مگر دیکھا یہی جاتا ہے کہ جس کے خلاف ہمارا منفی رجحان بن چکا ہوتا ہے اس کے متعلق ہم کسی ضابطے اور اصول کے قائل نہیں رہ جاتے ہیں اور سنگین سے سنگین الزامات اس کے متعلق گوارا ہی نہیں کئے جاتے بلکہ اس کی نشر واشاعت کو اہم ترین دینی فریضہ خیال کیا جاتا ہے، فحش ترین خبروں اور گھناؤنی باتوں کو بلا کسی ادنی تحفظ کے آگے بڑھا دیا جاتا ہے اور اس بات کو قطعی فراموش کر دیا جاتا ہے کہ ایک نادیدہ قلم ہمارے متعلق بھی چل رہا ہے (مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ) جو ہمارے نامہ اعمال کی سیاہی بڑھاتا جا رہا ہے اور اس کا خمیازہ ہمیں ایک ایسے دن بھگتنا ہوگا جس کے متعلق کہا گیا ہے کہ: (يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ) اور اس دن بدلے کی کرنسی (اِلَّا بِالْحَسَنٰتِ وَالسَّيِّاٰتِ) ہوگی۔

اس مسئلے میں اکثر یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ جب کسی کے متعلق ماحول گرم ہو رہا ہوتا ہے تو پردۂ غیب سے یکا یک اس کا کوئی حریف منظر عام پر آتا ہے جس کا کوئی پس منظر اور بیک گراؤنڈ ہمارے سامنے نہیں ہوتا ہے، اس سے قبل ہم نے اس کے متعلق کچھ سنا بھی نہیں ہوتا ہے، یا اس کے متعلق ہماری معلومات بالکل سرسری قسم کی ہوتی ہیں، اس کی ثقاہت قطعی مجھول ہوتی ہے بلکہ اس کی شخصیت منفی تاثر چھوڑتی ہے، اس کا حلیہ، شکل وصورت، لب ولہجہ، الفاظ سب اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ یہ شخص اس حلقے کا نہیں بلکہ اس بازار کا ہے۔ اس کا مجاہر بالفسق ہونا اس کی ہر ہر ادا سے اسے ظاہر ہوتا ہے مگر اس کی گرم گفتاری، زہریلے بیانات اور نئے نئے انکشافات بہت سے لوگوں کو فیض احمد فیض کی غزلوں کی طرح بھاتے اور لطف دیتے ہیں اور وہ کار ثواب جان کر ان باتوں کو شوشل میڈیا میں احباب جماعت کی تفریح طبع کے لئے آگے بڑھاتے چلے جاتے ہیں۔ اور اس گرما گرمی کے ماحول میں اگر کوئی درمند نصیحت کے لئے آگے بڑھا تو اس کی پگڑی ہرگز سلامت نہیں رہے گی، ایسے ماحول میں متعدد شریفوں کو کہتے سنا گیا کہ اس طوفان بدتمیزی میں کون اپنی آبرو نیلام کرانے جائے، اس وقت سارا نظام غوغائیوں کے ہاتھ میں ہے، انہیں کسی کی حیثیت کا کب پاس ولحاظ ہوتا ہے؟ اور حقیقت یہ ہے کہ اس ماحول کی تشکیل میں قضیے کے دونوں فریق کا ہاتھ ہوتا ہے۔ ممکن ہے اصل لوگ معاملے کے اس حد تک پہنچنے کو بذات خود پسند نہ کرتے ہوں مگر اپنے اعوان وانصار کی بے لگام حرکتوں پر ان کی خاموشی کو شریفانہ نہیں قرار دیا جاسکتا ہے۔ اور اس موضوع کا یہ بھی ایک تاریک پہلو ہے کہ ایسے ماحول میں لوگ اپنے اعوان وانصار اور مویدین کے انتخاب میں سارے شرعی اور اخلاقی ضابطے فراموش کر دیتے ہیں، دیکھا یہ جاتا ہے کہ جن کے خلاف وہ کسی قضیے میں مہم چھیڑے ہوتے ہیں اسی کے مماثل بلکہ اس سے بھی زیادہ سنگین الزامات بلکہ بسا اوقات

ثابت شدہ جرائم ان کے مویدین کے سر ہوتے ہیں مگر صرف اپنی آواز میں آواز ملانے کے سبب ان کا سوخون معاف کردیا جاتا ہے اور سوال آنے پر اپنی مجبوریوں کا حوالہ دیتے ہیں مگر شاید ان کی یہ مجبوریاں اللہ رب العزت کے یہاں معفوعنہ نہ قرار دی جاسکیں۔ ایسے ماحول میں بہت سے ثقہ لوگوں کا رویہ بھی عجیب وغریب ہوجاتا ہے، ہمیں حیرت ہوتی کہ جن امور کو منکر جان کر ان کے خاتمے کے لئے انہیں سرگرم عمل ہونا چاہیے تھا وہ انہیں کے فروغ میں حصے دار بنے ہوئے ہیں۔

جماعتی اور تنظیمی مسائل جب پیچیدہ ہوجاتے ہیں تو وہ محض بیانات اور فتووں سے حل نہیں ہوتے ہیں بلکہ بسا اوقات بیانات اور فتوے ان کی پیچیدگی کو مزید بڑھادیتے ہیں سلجھتے ہوئے مسائل کو مزید الجھادیتے ہیں۔ اس کے لئے چند جذباتی اقدامات کافی نہیں ہوتے۔ بالخصوص شوشل میڈیا پر جو بڑے بڑے علماء کے بیانات شائع ہوتے ہیں اور بسا اوقات اجتماعی شکل میں منظر عام پر آتے ہیں وہ ان کی سادہ لوحی کی دلیل ہوتے ہیں اس سے ظالم کو مزید تقویت حاصل ہوجاتی ہے۔ یہ کام اس وقت ہوتا ہے جب اس کا موقع ہاتھ سے نکل چکا ہوتا ہے، ساری تیاریاں مکمل ہوچکی ہوتی ہیں۔ جو لوگ اصل مسئلے میں کوئی کردار ادا کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں ان پر مذکورہ بیانات کا منفی اثر پڑتا ہے۔ اور جب اتنی بڑی بڑی شخصیتوں کے بیانات بے وقعت ہوجاتے ہیں تو جماعت کی معنویت پر اس کا اثر اچھا نہیں ہوتا ہے۔ جس نتیجے کو اللہ کی توفیق کے بعد سالوں کی جدوجہد سے حاصل کیا جاسکتا ہے اسے لمحوں میں حاصل کرنے کی کوشش کرنا دانشمندی کہاں سے ہوسکتی ہے؟ یہ محض فرصت کے اوقات کا کوئی اضافی مشغلہ نہیں ہے، اگر واقعی جماعتی نظام اور دینی کازوں کی کوئی اہمیت ہے تو اس کے لئے وقت اور مال کی بڑی قربانی دینی پڑے گی اور صلاحیتوں کا مدبرانہ استعمال کرنا ہوگا۔ بات کسی ایک مرکز یا ایک شاخ کی نہیں ہے کہ جس کے خلاف کہیں سے تحریک اٹھ کھڑی ہوئی سب لوگ آنکھ بند کرکے اس کے پیچھے ہولیں، ہندوستان بہت بڑا ملک ہے، اور جماعت کی تعداد بھی الحمدللہ بہت بڑی ہوچکی ہے، اس لئے کام بھی بہت بڑا ہے، ہر ہر صوبے اور ہر ہر ضلعے کا جائزہ لینے کی ضرورت ہے۔ اور اس کے لئے ایک مخلص، باصلاحیت اور باحوصلہ لجنہ اور کمیٹی کی حاجت ہے جسے بافراغت اس کام کو انجام دینا پڑے گا۔ اور یہ کام محض نعروں اور سلوگنز سے نہیں چلے گا محض نظریاتی گفتگو سے اسے کامیابی نہیں ملے گی اس کے لئے مسلسل اور انتھک جدوجہد کی ضرورت ہے۔

● مراقبہ اور نگرانی کی ضرورت مستقل ہے :

ہم نے ایک طویل مدت سے یہی دیکھا ہے کہ تنظیموں اور اداروں میں مستقل نگرانی اور مراقبے کا کوئی نظم نہیں ہوتا، نہ کوئی ایسی تدبیر کی جاتی ہے کہ ایک ہی شخص سیاہ وسپید کا مالک نہ بننے پائے مگر جب وقت گزر جاتا ہے تو معاملہ ہاتھ سے نکل جانے کے بعد چہ میگوئیاں شروع ہوتی ہیں، پھر تحریک چلائی جاتی ہے، محاذ کھڑا ہوتا ہے۔ اور اکثر ایسے حالات پیدا ہوجاتے ہیں جو کسی طرح خوشگوار نہیں ہوتے ہیں اور عام طور پر سوائے اختلافات، فتنوں اور ہنگاموں کے کچھ بھی ہاتھ نہیں آتا اور بعد میں یہی ہوتا ہے کہ صاحب ہم نے تو اپنا حق ادا کردیا، اب بات نہیں بنی تو کیا کریں؟ حقیقت یہی ہے کہ اجتماعی اداروں کے جو اراکین ہوتے ہیں وہ عام طور پر رضا کار ہوتے ہیں اور وقت فرصت میں وہ جمع ہوتے ہیں اس لئے کسی بھی ادارے یا تنظیم پر ان کی گرفت ناممکن سی ہوتی ہے نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انہیں کسی نہ کسی ہمہ وقتی ذمہ دار پر اعتماد کرنا ہی

پڑتا ہے اور رفتہ رفتہ وہ تمام معاملات میں اس قدر دخیل ہوجاتا ہے کہ پھر خود اس کے احساسات بھی یکسر تبدیل ہوجاتے ہیں۔ حالانکہ دیکھا یہ جاتا ہے کہ شروع شروع میں وہ انتہائی محتاط قدم اٹھاتا ہے، لوگوں کا ذہن پڑھنے کی کوشش کرتا ہے۔ ضابطوں کو روبہ عمل لاتا ہے مگر مرور زمانہ سے جب وہ سارے نشیب وفراز سے آگاہ ہوجاتا ہے تو پھر اسے کسی کی پرواہ نہیں رہ جاتی اور وہ اپنی کرسی کو اس قدر مستحکم کرلیتا ہے کہ پھر کسی کے لئے وہاں سے اسے اٹھانا ناممکن سا ہوجاتا ہے۔ حالانکہ اگر پہلے ہی سے کوئی مضبوط نظام ہو جو ذمہ داروں میں محاسبے کا احساس بیدار رکھے تو اس کی نوبت نہیں آئے گی کہ کوئی حد سے زیادہ سرکش یا بے خوف ہوجائے مگر اکثر ادارے اور تنظیمیں ایسا نظام بنانے سے قاصر ہیں۔ اس لئے ان کا بے وقت واویلا کرنا مسئلے کا حل نہیں ہے۔ اور ایک بات یہ بھی ذہن نشین رہے کہ تنظیموں کے مسائل عوام میں ہرگز نہیں حل کئے جاسکتے ان کا حل صرف اور صرف داخلی طور پر ہی کیا جاسکتا ہے۔ اور اگر ان مسائل کو عوام کے درمیان لے جایا جاتا ہے تو اس سے انارکی پھیلتی ہے، بے راہ رو لوگوں کو ایک مشغلہ ہاتھ آجاتا ہے بلیک میلر قسم کے لوگ شریفوں کی آڑ میں اپنا حساب چکتا کرنے کی کوشش کرنے لگتے ہیں اور اصلاح کی بجائے فساد فی الارض کا کام ہونے لگتا ہے، اس کا تجربہ امت کی تاریخ میں اتنی بار ہوچکا ہے کہ اس کا شمار نہیں کیا جاسکتا ہے۔

● **اعتدال :** اسلامی تعلیمات میں اعتدال اور توازن کی بڑی اہمیت ہے۔ مبالغہ آرائی، افراط وتفریط، غلو اور انتہا پسندی اسلام میں مذموم ہیں حتی کہ محبت اور نفرت میں بھی اس کا لحاظ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اور عدل کا دامن کبھی نہ چھوڑنے کی سخت تاکید کی گئی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : ’’أحبب حبيبك هونا ماعسى أن يكون بغيضك يوما ما، وأبغض بغيضك هونا ماعسى أن يكون حبيبك يوما ما‘‘ (ترمذی: ۱۹۹۷) مطلب حدیث کا یہی ہے کہ اپنے محبوب سے محبت اعتدال کے دائرے میں کرو ممکن ہے وہ کبھی تمہارے لئے مبغوض ہوجائے اور اپنے دشمن سے نفرت بھی اعتدال سے کرو کیونکہ ممکن ہے وہ کبھی تمہارا محبوب ہوجائے۔

دوستی اور دشمنی کسی میں بھی انتہا پسندی اچھی نہیں ہوتی، مگر افسوس یہ ہے کہ دوستی میں ساری کوتاہیوں اور خطاؤں کی حیرت انگیز تاویلیں کی جاتی ہیں، عذر تلاش کئے جاتے ہیں، ان کی کوتاہیوں کو نظر انداز کردینے کے لئے آیتیں اور حدیثیں سنائی جاتی ہیں۔ مگر جسے مخالف اور حریف ٹھہرالیا جاتا ہے اس کے لئے کسی آیت یا حدیث کی سفارش قبول نہیں کی جاتی ہے۔ اس کے خلاف جذبات ابھارنے اور بھڑکانے کو ہی اصل دینی کام اور کار جہاد باور کرایا جاتا ہے۔

● **افراد کی تنظیمی تربیت :**

عام طور پر ہمارے یہاں افراد کی تنظیمی تربیت اور جماعت بندی کے اصولوں کی تعلیم کا کوئی نظام کسی سطح پر بھی موجود نہیں ہے۔ جس کا خمیازہ بہت بڑے پیمانے پر بھگتنا پڑتا ہے۔ اگر ذاتی کاوشوں سے کچھ افراد تنظیم سے طویل وابستگی کی وجہ سے تجربہ کار اور جماعت کے لئے مفید وکارآمد ہوجاتے ہیں تو بسا اوقات مخصوص حالات میں انہیں دستور کی ایک ٹھوکر سے باہر کا راستہ دکھایا جاتا ہے۔ اور ان کی جگہ ایسے لوگ لائے جاتے ہیں جن کے پاس صرف اپنے جذبات ہوتے ہیں جن کا استحصال تجربہ کار لوگ اپنے اپنے لئے کرلیا کرتے ہیں مگر وہ جماعتی نظام کے لئے

فوری طور پر چنداں مفید نہیں ہوتے بلکہ نقصاندہ بھی ثابت ہوسکتے ہیں۔تربیت نہ ہونے کی وجہ سے اکثر علاقائی جمعیتوں کا حال بہت ابتر ہے اور وہاں کے تنظیمی ڈھانچے محض الیکشن پر ٹکے ہوئے ہیں اور میدانی طور پر ان کا کوئی کام کہیں نظر نہیں آتا ہے۔ اس لئے اس مسئلے پر بھی سنجیدگی سے غور وفکر کی ضرورت ہے۔

● اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ جماعت اہل حدیث کی تنظیم کا سب سے بڑا کام توحید اور اتباع کتاب وسنت کی دعوت کا مضبوط نظام قائم کرنا ہے جس میں ابھی تک تنظیم کو مطلوبہ کامیابی نہیں حاصل ہوسکی لہٰذا اس کے لئے سب کو مل جل کر کام کرنا چاہیے۔

● **افہام وتفہیم کا راستہ ہی بہتر راستہ ہے :**

تنظیم کے لئے اختلافات اور ہنگامے کبھی بہتر نہیں ہوسکتے اس لئے افہام وتفہیم کا راستہ ہی بہتر راستہ ہے۔ لہٰذا جب جماعت میں مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند سے الگ ایک تنظیم قائم کرنے کی بات آئی تھی تو ممبئی کی جمعیت نے روز اول سے اس کی مخالفت کی تھی اور یہ بات متعلقہ بزرگوں کی خدمت میں صاف صاف رکھ دی تھی کہ اس سے آپ کے مبینہ مسائل اور پیش کردہ مقاصد ہرگز حل نہیں ہوں گے بلکہ پیچیدگی مزید بڑھ جائے گی، جماعت میں ایک خراب ماحول پیدا ہوگا اور بالآخر آپ تھک ہار کر بیٹھ جائیں گے۔

پھر اس کے بعد بھی ممبئی کی جماعت نے مصالحانہ کاوشوں میں بھرپور حصہ لیا تھا مگر صورت حال کچھ ایسی ہوگئی کہ دونوں طرف کے بزرگوں کو اس کے متعلق بدگمانی ہوگئی جبکہ ادھر عزم یہی تھا کہ پوری غیر جانبداری کے ساتھ فریقین کو ایک ٹیبل پر لایا جائے اور مسائل کا کوئی سنجیدہ اور باوقار حل نکل آئے جو سب کے لئے قابل قبول ہو اور انصاف کے تقاضے بھی بحال رہیں۔کم ازکم جماعت کے بزرگ جناب عبدالقیوم صاحب لکڑا والا جیسے انسان کے متعلق کسی مفاد سے وابستگی کا گمان کرنا سراسر ناانصافی ہی کی بات ہوگی۔انھوں نے بھی مصالحت کی بڑی کوشش کی تھی۔اور ممبئی کے ذمہ داران جمعیت کا مقصد بھی یہی تھا کہ آپس میں افہام وتفہیم کے ذریعہ مسائل حل کر لئے جائیں اور جماعتی مفاد ومصالح کے لئے ہر طرف سے قربانیاں پیش کی جائیں اور آئندہ کے لئے کوئی ایسا لائحہ عمل ترتیب پاجائے جس کا جماعت کے پورے تنظیمی ڈھانچے پر خوشگوار اثر پڑے۔

بہر کیف اللہ تعالیٰ کی طرف سے جس کام کا جو وقت مقرر ہوتا ہے وہ کام اسی وقت پر انجام پاتا ہے، یقیناً افہام وتفہیم اور ایک دوسرے کے ساتھ مل بیٹھنے کا جو عمل منظر عام پر آیا ہے وہ قابل تحسین ہے اور اس کے لئے جن لوگوں کی کاوشیں بارآور اور دعائیں مقبول ہوئی ہیں وہ سب قابل مبارکباد ہیں۔

آگے ان شاء اللہ اس سے بہتر نتائج کی توقعات رکھنی چاہیے اور جماعت اور تنظیم کی سطح پر جو لوگ بھی مفید وکارآمد ہوں ان سب کو جوڑ کر کچھ ایسے اقدامات کئے جانے چاہیے جو عوامی سطح پر پیدا ہونے والے اضطرابات کے بھی خاتمے کا سبب بن جائیں اور مخلصین جماعت کے اندر پھر سے اپنی محبوب تنظیم پر اعتماد کی بحالی کا ذریعہ بھی۔ہمیں امید ہے کہ ذمہ داران جمعیت اپنی اس اہم ذمہ داری اور وقت کے تقاضوں کو محسوس کرتے ہوئے کوئی مناسب کارروائی کریں گے۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس عمل کو پوری جماعت کے لئے باعث خیر وبرکت اور شرور وفتن کے خاتمے کا سبب بنائے۔

ورحم الله رجلا قال آمينا

❖ ❖ ❖

Special Issue "AL-JAMAAH" Mumbai
March 2018

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی اپنے مقصد وجود اور مشن کی تکمیل میں بحمد للہ بساط بھر سرگرم عمل ہے اور خالص اسلام (کتاب وسنت) کی نشر واشاعت، دعوت الی اللہ، اصلاح نفوس، اصلاح ذات البین اور تعلیم وتربیت سے متعلق سرگرمیوں میں اپنا کردار نبھانے کی بھرپور سعی کررہی ہے۔ ذیل میں اس کی سرگرمیوں کا ایک خاکہ پیش کیا جارہا ہے۔

- ماہانہ تربیتی اجتماعات کا انعقاد۔
- جلسے اور کانفرنسیں۔
- انفرادی ملاقاتیں اور دعوتی دورے۔
- ہینڈ بل، اشتہارات اور کتابوں کی اشاعت۔
- ہر ماہ الجماعہ کی اشاعت۔
- مفت کتابوں کی تقسیم۔
- مکاتب کا ماہانہ تعاون۔
- ضرورت مند افراد کا تعاون۔
- مصائب وحادثات سے دوچار پریشان حال لوگوں کا تعاون۔
- نزاعات کے تصفیہ کے سلسلے میں تگ ودو۔
- دعاۃ کی تربیت کا اہتمام وغیرہ۔

دینی وجماعتی شعور رکھنے والے تمام غیرت مند افراد سے دردمندانہ اپیل ہے کہ وہ مذکورہ مشن کی تکمیل میں جمعیت کا بھرپور تعاون فرمائیں۔ جزاھم اللہ خیراً

A1 Grafix Studio : +91-9819189965

Published by :

SUBAI JAMIAT AHLE HADEES, MUMBAI

14/15, Chuna Wala Compound, Opp. Best Bus Depot, L.B.S. Marg, Kurla (W), Mumbai - 70.
Phone : 022-26520077 / Fax : 022-26520066 • ahlehadeesmumbai@gmail.com
@JamiatSubai subaijamiatahlehadeesmum SubaiJamiatAhleHadeesMumbai
www.ahlehadeesmumbai.org • aljamaahmonthly@gmail.com